”حیات وکائنات کے ابدی معمے اور غالب کا فکری ردعمل“

The eternal mystery of life and the universe and the intellectual response of Ghalib

ڈاکٹر شاہدہ یوسف

ایسوسی ایٹ پروفیسر, رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Dr. Shahida Yousaf

Associate Professor Ripha International University Faisalabad

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received: 31-5-2023
Accepted:
Online:

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: This article is an effort to explore the dimensions of religiousty in Ghalib's Poetry. He makes philosophical queries about human race in the divine system of Almighty Allah. He does not roam around aimlessly in passive Hellenic mysticism. His metaphysical perspective is very dynamic. His poetry does not reflect only the inward aspect of religion. He wants to know the secrets of universe very beautifully and aesthetically laid out by Almighty Allah. His thought process and quires are not limited to the flowers, clouds green pastures. He wants to see beyond galaxies. At times he views the universe through pantheistic perspective. The phrases and terms of classical tradition of Sufism can also be seen in his poetry. As he uses the term ‘drop’ as mankind’s mystical existence in the ocean of divinity.

غالب کا متجسس ذہن حیات وکائنات کے اس گماں کدے میں اشیا کی ماہیتِ پر محض ردِ عمل یا اظہار تا اثر کی سطح سے کہیں اوپر اُٹھ کر ادراک حقیقت کی اُس منزل پر جا پہنچتا ہے جہاں اشیا کی ماہیتِ اصلی کا درک اُن کے لئے قلبی وفکری تسکین کا باعث ہے۔

مظاہر وحقائق کا مطالعہ غالب کے فکری اغراض ومقاصد کے لئے ایک میدان تگ وتاز بھی مہیا کرتا ہے اور اُنکی حسِ جمالیات کو مہمیز بھی کرتا ہے۔ حیات وکائنات کے تشکیلی عمل میں حسن وصداقت کی اقدار کی بازیابی اور لاوالّا کی منازل تک ظن وتخمین کے مراحل کا کرب ان اشعار سے قرشح ہے۔

ہر ذرہ در طریق وفای تو منزلی
ہر قطرہ از محیطِ خیالت کرانہ ایست

درپردہء تو چند کشم ناز عالمی
داغم زروز گار و فراقت بہانہ ایست

غالبؔ دگر زمنشاء آوارگی مپرس
گفتم کہ جبہ راہوسِ آستانہ ایست[1]

غالب نے حیات وکائنات کے معموں سے ایک متجسس مگر رفیقانہ رشتہ قائم کرر کھا ہے۔ غالب حیات وکائنات کے معموں کا مشاہدہ جامع اور پر تفکر انداز میں کرتے ہیں اُنکا وجدان زمین وآسمان کی پہنائیوں میں حیاتیاتی عمل کے متناہی اور گذارں اشکال ومظاہر کا مشاہدہ کرتا ہے۔

وہ میر درد کی طرح کبھی معمورہ عالم کو ذات مطلق کا ویرانہ خیال کرتے ہیں اور کبھی اُسکے برعکس اُسے حسنِ مطلق کے جمالیاتی مظاہر کا طلسم کدہ گردانتے ہیں۔

ذرہ ای را روشناسِ صد بیاباں گفتہ ای

قطرہء را آشنائے ہفت دریا کردہ ای

دجلہ می جوشد ہمہ نادیدہ ھا جویائی تست

شعلہ میبالد مگر در سینہ ھا جا کردہ ای

جلوہ و نظارہ پنداری کہ ازیک گوھر است
خویش را در پردہ خلقی تماشا کردہ ای ۲

حیات و کائنات کے حقائق و مظاہر میں مسرت و سرور کی صفات کی تلاش و تفحص ایک ایسے ذہن کا جمالیاتی تفاعل ہے جس کے ذہن پر حسن سے پیدا شدہ ارتسامات ایک تجس آمیز تفکر کا شاخسانہ بن جاتے ہیں۔

حیات و کائنات کی ازلی و ابدی اکائی اور کائنات کی روح کی طلسماتی اور جمالیاتی معنویت خدا کی تفہیم میں تیقن کے ساتھ ساتھ اُنکے ذہن میں ابہام و اشتباہ کے تصورات بھی پیدا کرتی ہے۔ غالب کا ذہن موجودات و مظاہر میں خدا کے شیون و صفات کا متلاشی رہتا ہے۔ وہ حیات و کائنات کے معموں کی تفہیم میں خدا کو اشیائے عالم کی آزاد علت گردانتے ہیں۔

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے ۳

حیات و کائنات کی اس لامحدود فضا میں غالب کا تفکر اُنکے لئے ایک ایسا نفسی عمل ہے جو خود آگہی سے خدا آگہی کی خواہش سے متصف ہے۔ وہ کائنات کے بطون میں خدا کی پر اسرار ہستی کی جاری و ساری قوت و توانائی کے فیوض و برکات سے آگاہ ہیں۔ غالب خدا اور کائنات کے باہمی رشتے اور حیات و کائنات کے معموں کی تفہیم میں وحدانیت کی مختلف شکلوں کو اپنے فکری دوائر کا حصّہ بناتے رہے جن میں ہمہ اوست اور ہمہ از اوست سے لیکر الہہ پرستی کا مطلق فکری اور اعتقادی رویہ بھی سامنے آتا ہے۔

وحدت الوجود کا نظریہ اُنکے مذہبی جذبات اور ذہنی تفکر سے گہری مطابقت کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ خارجی کائنات اُنکے لئے ایک اعلیٰ و ارفع ذاتِ برحق یعنی خدا کی حیات باطنی کا ایک خارجی نقش ہے۔ خدا آگہی دراصل خود انضباطی کی منزل سے گذرے بغیر میسر نہیں

آتی۔ وہ زندگی اور اُسکے مسائل کو گہری انسانی بصیرت اور مذہبی تعظیم و استغراق کے ساتھ سمجھنے کی مساعی کے ساتھ ساتھ ایک انانیت پسند اور خود پسند اور آزاد منش انسان کے جذباتی ردِ عمل کے تلازم کے ساتھ بھی سمجھنا چاہتے ہیں۔

؎ از وھم قطر گیست کہ در خود گمیم ما

اما چو وار سیم ھماں قلزمیم ما

؎ پنہاں بہ عالمیم زبس عین عالمیم

چوں قطرہ در روانی دریا گمیم ما ؎

کبھی کبھی انانیت پسندانہ اور خود پرستانہ جذبات اُنکے حیات و کائنات کی آگہی کے لئے اساسی اور بنیادی شرط کے مصداق ہو جاتے ہیں لیکن اُنکے قلب و نظر اور فکر و ذہن کی یہ متضاد کیفیات اور اُنکا یہ فکری رویہ انسانی فکر کی تاریخ میں Bohamian رویہ نہیں اور نہ ہی یہ انسانی اعتقادات کی اخلاقی جہت سے متخاصم ہے بلکہ یہ ظن و تخمین یا ارتیاب و اشتباہ انسانی فکر کے ارتقائی مراحل میں فکر کی ایک اٹل منزل اور مرحلے کے مصداق ہے اور یہی مرحلہ فکر کی حتمی جہات کا سراغ لاتا ہے۔ اور صائب تفکر کے امکان پیدا کرتا ہے۔ حیات و کائنات کی یقینی صفات کا ادراک اور اُنکی فہم کی جستجو ہر سوچنے والے ذہن کا بنیادی حق ہے حیات و کائنات کے مسائل کی تفہیم غالب کے لیے مذہبی جذبات کی تشفی سے زیادہ فلسفیانہ طرزِ احساس کا شاخسانہ ہے۔

کائنات کے اس قدیم و ابدی حیرت کدے میں مسرت و شادمانی کے لمحے بھی اُنکے لئے الوہی نظام کو سمجھنے کی الم انگیز خواہش میں تبدیل ہو جاتے ہیں رنگِ نشاط کی مجہول اور ادھوری طمانیتیں، حیات و کائنات کا حسن و جمال، مسرتیں، رفاقتیں اور نشاط و حزن یہاں تک کہ انسانی تعلقات و معاملات کے معمے ایک بظاہر فروزاں اور روشن کائنات کو غالب کے ذہن و دل کے لئے دکھوں کی آماجگاہ بنا دیتے ہیں۔

؎ اثر کمندئی فریادِ نار سا معلوم

غبار نالہ کمیں گاہِ مدعا معلوم

طلسم خاک کمیں گاہِ یک جہاں سودا

بہ مرگ تکیۂ آسائشِ فنا معلوم ۵؎

دکھوں اور خساروں کی اس گھمبیر اور غائر فضا کے باوجود وہ راہِ حیات میں اپنی فراستوں کے نقش ثابت کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ انسانی زندگی کی مہلت اور حیاتِ انسانی کے لمحوں کی تحدید کو لطفِ حیات یا نشاطِ کار کی غایتِ اولیٰ گردانتے ہیں۔

؎ ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

نفس موجِ محیطِ بے خودی ہے
تغافل ہائے ساقی کا گلہ کیا

دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر
ہم اُسکے ہیں ہمارا پوچھنا کیا ۶؎

انسان کی آزادہ روی، آزاد منشی اور آزادئ ارادہ اور پھر بیک وقت اُسکی مجبوری اور اُسکی بے بضاعتی، حالات کا جبر اور انسان کی عالی حوصلگی یہی متضاد کیفیات غالب کے سوچنے والے ذہن کے لیے کسی معمے سے کم نہیں۔ مسرت و شادمانی کا حصول جب اخلاقی اعمال و افعال سے وابستہ نہیں ہوتا تو جزا و سزا کے تصورات پر سے اُنکا اعتماد اُٹھ جاتا ہے لیکن انہیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ اخلاقی اعمال و افعال ایسی سچائیاں ہیں جو اپنی قدر اور value کی کسوٹی خود ہیں اور اُن سے کسی اضافی مسرت و شادمانی کی توقع کارِ عبث ہے۔ وہ حیات و کائنات کے قابل فہم اور ناقابل گرفت مظاہر سے ماوریٰ بھی کچھ ایسے عوالم کا تصور پیش کرتے ہیں جن سے بظاہر عام انسانی تقدیر کی نارسائی اور بے بضاعتی کا پہلو نکلتا ہے۔

؎ ہیں آج کیوں ذلیل کے کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
جتنا کہ وہم غیر سے ہوں پیچ و تاب ہیں

اصل شہودو شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

ہے مشتمل نمودِ صور پر وجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

ہے غیبِ غیب جسکو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں ۷

انکا فکری تجس بسا اوقات ظاہری عالم سے ماوریٰ امکانی عالم کو بھی اپنی فکری گرفت میں لانے کی سعی کرتا ہے۔

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں ۸

اسے محض ایک فکری موشگافی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اُنکے لہجے کی ادعائیت اُسے عقیدے اور ایقان کا مسئلہ بنا دیتی ہے۔ غالب کی فکر حیات و کائنات اور ماورائے کائنات کے پیچاک میں بھی بسا اوقات اُلجھی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ کائنات کے رازھائے سربستہ اور محیر العقول اسرار اور اسباب و علل کے ناقابل فہم سلسلے اور زندگی کے نشاط انگیز اور نشاط آفریں احوال و آثار کی فلسفیانہ توجیہات کے ساتھ ساتھ کشاکشِ حیات اور قانونِ کائنات کو سمجھنے کی فکری کاوشیں غالب کے یہاں جا بجا نظر آتی ہیں۔

ببیں کہ در گل و مل جلوہ گر برای تو کیست
مپوش دیدہ زحق طالب رضائی تو کیست

چہ ناکسی کہ زدردِ فراق بینالی

نمی رسی کہ دریں پردہ ہمنوائی تو کیست ۹؎

وہ ہر جلوے کو خدا کی لامتناہیت کا محض جزوی ظہور سمجھتے ہیں۔ وہ اس نظامِ کائنات میں 'مشاہدے' کی اہمیت کو سمجھتے ہیں لیکن خدا کائنات اور انسان کے درمیان جو مافوق الادراک ربط ہے اسکے پیش نظر "مشاہدہ" انہیں محض ایک زحمت نظر آتا ہے۔ تخلیق کائنات کی غایت کی شاعرانہ توجیہات اُنکے یہاں جابجا نظر آتی ہیں اُنکے حِسی اور اکات تخلیق و وجود کی رمزوں کو سمجھنے کی خواہش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔

ارتقاو تفسیر کا کھیل اور حیات کے باطنی و خارجی متعلقات انہیں حیران کر دیتے ہیں لیکن پھر بھی اُنکے شاعرانہ تجزیوں میں ایک پیش آگہی اور بصیرت کا احساس ہوتا ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک

اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

جُز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور

جز وہم نہیں ہستئ اشیا مرے آگے ۱۰؎

زمان و مکاں کے اس حیرت کدے میں انسان کے ادراکات کی اساس اُسکا ناقابلِ اعتبار وجدان اور اُسکی نارسائے حقیقت عقل ہے شعری تفکر وہم والتباس اور ابہام اور غیر حتمیت کی دھند میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اُسکی منطق جذباتی اور استدلال داخلی ہوتا ہے اُسکی اقدار بھی جمالیاتی اور شاعرانہ ہوتی ہیں لیکن بہ ایں ہمہ نفس انسانی خلوت و جلوت کے راز جاننے کی خواہش اور انسانی تقدیر کی گہری رمزوں کی تفہیم کی مساعی اُنکے شعری تفکر کا امتیازی وصف ہے۔

تا فصلی از حقیقتِ اشیا نوشتہ ایم

آفاق را مرادفِ عنقا نوشتہ ایم
ایماں بغیب تفرقہ ھا رفت از ضمیر
ز اسما گذشتہ ایم و معمہ نوشتہ ایم ا؎

حواس کی شہادت غالب کے لیے کبھی کبھی فریبِ نظر اور فریبِ نظارہ بن جاتی ہے۔ حیات و کائنات کے خود آشکار معمے غالب کے ذہن کو ایک کار گاہِ فکر بنا دیتے ہیں وہ موجودات و تعینات اور حقیقتِ خداوندی کو انہیں مظاہر کے ذریعے سمجھنا چاہتے ہیں اُنکی تفتیش ایک آزادانہ فکری عمل ہے۔ مادی اشکال میں ظاہر ہونے والے کائناتی عوامل اُنکے لئے کسی معمے سے کم نہیں جسکی گتھیاں سلجھانے کے لیے اُنکی فکر ہمیشہ بے چین رہی ہے خدا کائنات اور اُسکے مظاہر سے قریبی تعلق کی جستجو اور خواہش غالب کے اس تفتیشی ذہن کی اساس ہے غالب کی منفرد انسانی روح کی تفتیش کا یہ عمل محض نفسی اور مذہبی جذبات کی تفتیش سے ہی عبارت نہیں۔ بلکہ ایک گھمبیر فلسفیانہ واردات کے مصداق بھی ہے۔ انسانی معاملات و مسائل کی بے لاگ جستجو اور انسان کی الم انگیزی کی توجہہ بھی اُنکے یہاں نظر آتی ہے آرزوؤں اور اقدار کی کشمکش بھی اُنکے فکری نصب العین کا حصّہ ہے۔ جبریت اور خود ارادیت کے حصار میں مقید انسان کی حیثیت بھی اُنکو پریشان کر دیتی ہے وہ زندگی کی آفاقیت اور حیات گیر معنویت کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ وہ کائنات سے انسانی ذہن کی ہم آہنگی، مانوسیت اور کبھی اجنبیت اور غیریت کی وجوہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اُنکا تفکر اُنکے جاگتے دل اور بیدار آنکھوں کا کرشمہ ہے اور انسانی کائنات کی حدود میں لا محدود ہونے کے خوابوں سے عبارت ہے۔

حوالہ جات

(1) سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مرتب کلیات، غالب فارسی (جلد سوم) از مرزا اسد اللہ خان غالب، لاہور مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ص ۷۱

(2) کلیاتِ غالب فارسی، جلد سوم، لاہور مجلس، ترقی ادب، ۱۹۶۷ص ۳۴۳

(3) دیوانِ غالب، کراچی تاج کمپنی لمیٹیڈ، ص ۱۶۵

(4) کلیات غالب فارسی، جلد سوم، ص ۲۷

(5) پروفیسر حمید احمد خان، مرتب، دیوانِ غالب نسخہ ء حمیدیہ، لاہور، مجلس، ترقی ادب، ۱۹۶۹، ص ۱۳۶۔۱۳۷

(6) دیوانِ غالب، ص ۲۲

(7) دیوانِ غالب، ص ۹۸۔۹۹

(8) دیوانِ غالب، ص ۸۶

(9) کلیات غالبِ فارسی، حصہ سوم، ص ۹۴

(10) دیوانِ غالب، ص ۲۱۱

(11) کلیات غالبِ فارسی، جلد سوم، ص ۲۷۸

References

1. Sayad murtaza Husain fazal lakhnawi,muratab kulyat,galib ,farsi(jild sawam)as mirza asadulah khan galib,Lahore ,majlese taraqi adab,1967,page 71
2. Kulyat galib farsi,jild siwim ,Lahore,majles taraqe adab,1967,page343
3. Dewan e galib,Karachi,taj company limited,page 165
4. Kulyat galib farsi, jild siwim,page 27
5. Profeeor hameed ahmad khan,muratab,dewan galib,nuskhae hamediya,Lahore,majlase taraqee adab,1969,page 136-37
6. Dewan e galib, page22

7. Dewane galib,page 98-99
8. Dewane galib,page86
9. Kulyat galib farsi,hisa siwim,page 94
10. Dewane galib,page211
11. Kulyat galib farsi, jild siwim,page 278